گوشۂ فقہاء

کوفہ میں فقہی احکام کا نشو وارتقاء

مبشر حسین

(چوتھی قسط)

امام ابو حنیفہؒ کے تلامذہ

فقہ حنفی کے مؤسس تو بلا شبہ امام ابو حنیفہؒ ہی ہیں، مگر آپ کی فقہ چونکہ آپ کے تلامذہ ہی کے ذریعے محفوظ و مرتب ہوئی اور انہی کے توسط سے دنیا میں پھیلی، اس لیے ان کی اہمیت بھی بڑھ جاتی ہے۔ آپ کے تلامذہ دیگر اہل علم کی طرح بہت بڑی تعداد میں ہیں۔ یہاں ان کا احاطہ نہ ممکن ہے اور نہ مقصود۔ البتہ آپ کے درج ذیل چار تلامذہ فقہ حنفی کے ارتقاء اور پھیلاؤ کے حوالے سے نہایت نمایاں حیثیت رکھتے ہیں یعنی:

۱۔ قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیمؒ (م۱۸۲ھ)۔

۲۔ محمد بن حسن الشیبانیؒ (م۱۸۹ھ)۔

۳۔ زفر بن ہذیلؒ (م۱۵۸ھ)۔

۴۔ حسن بن زیادؒ (م۲۰۴ھ)۔[1]

ان میں سے بھی پہلے دو تلامذہ یعنی امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ اپنی علمی خدمات کی بدولت زیادہ مشہور ہوئے ہیں اور جہاں کہیں امام ابو حنیفہؒ کا تذکرہ کیا جائے وہاں آپ کے ان دو تلامذہ کے بغیر بات پوری نہیں ہوتی۔ اس لیے ذیل میں ان دونوں حضرات جنہیں "صاحبین" کے لقب سے

یاد کیا جاتا ہے' کا مختصر تعارف پیش کیا جارہا ہے۔

امام ابو یوسفؒ اور ان کی تصنیفات

امام ابو یوسفؒ یعقوب بن ابراہیم بن حبیب الانصاری الکوفی البغدادیؒ راجح قول کے مطابق سن ۱۱۳ہجری الموافق ۷۳۱عیسوی میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور سن ۱۸۲ہجری الموافق ۷۹۸عیسوی میں فوت ہوئے۔آپ نے پہلے علم حدیث وروایت میں مہارت حاصل کی' پھر آپ نے امام ابوحنیفہؒ کی شاگردی اختیار کرلی اور ان کے نمایاں شاگرد کی حیثیت سے مشہور ہوئے' اور امام صاحبؒ کے فقہی مذہب کو پھیلانے والے آپ ہی پہلے شخص ہیں۔

آپ بہت بڑے فقیہ اور حفاظ محدثین میں سے تھے۔آپ پر رائے وقیاس کا رجحان غالب آگیا تھا۔آپ خلیفہ مہدی' ہادی اور ہارون الرشید کے ادوار حکومت میں بغداد کے قاضی رہے اور ہارون الرشید کے عہد حکومت میں اسی منصب پر وفات پائی۔آپ (اسلامی تاریخ میں) وہ پہلے فرد ہیں جنہیں قاضی القضاۃ کہا گیا بلکہ آپ کو قاضی قضاۃ الدنیا بھی کہا جاتا ہے۔آپ نے سب سے پہلے امام ابوحنیفہؒ کے منہج کی روشنی میں اصول فقہ پر کتابیں لکھیں۔آپ تفسیر' مغازی اور ایام العرب (تاریخ) کے بارے میں بھی بہت وسیع معلومات رکھتے تھے۔آپ کی تصنیفات درج ذیل ہیں:

۱۔کتاب الخراج (مطبوع)'

۲۔الآثار' (مطبوع) اسے مسند ابی حنیفہ بھی کہا جاتا ہے۔

۳۔النوادر'

۴۔اختلاف الامصار'

۵.ادب القاضی' ۶.الامالی فی الفقہ' ۷.الرد علی مالک بن انس' ۸.الفرائض' ۹.الوصایا' ۱۰.الوکالۃ' ۱۱.البیوع' ۱۲.الصید والذبائح' ۱۳.الغصب والاستبراء' ۱۴.الجوامع[۲]

کہا جاتا ہے کہ مؤخر الذکر کتاب چالیس حصوں میں تھی جو یحیی بن خالد برمکی کے لیے آپ نے لکھی تھی۔اس کتاب میں آپ نے اختلافی مسائل کی نشاندہی اور ان میں اپنی فقہی رائے کا اظہار کیا تھا۔[۳]

ابن ندیم نے آپ کی تصنیفات میں یہ کتابیں بھی شمار کی ہیں:

۱۵۔ کتاب الصلوۃ' ۱۶. کتاب الزکاۃ' ۱۷. کتاب الصیام' ۱۸. کتاب الحدود۔۴
مشہور محقق ابوزہرہ نے اپنی کتاب ابو حنیفۃ: حیاته و عصره میں امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ کا تعارف کراتے ہوئے ابویوسفؒ کے بارے میں ابن ندیم کے حوالے سے ان کی تصنیفات کا ذکر کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ ''ابن ندیم آپ کی کچھ تصنیفات کا ذکر نہیں کر سکے حالانکہ یہ تصنیفات خود ہم نے دیکھی ہیں۔ان میں امام ابوحنیفہؒ کی آراء کو نقل کیا گیا ہے اور ان کے دفاع میں لکھا گیا ہے۔ان کتابوں میں کتاب الآثار' اختلاف ابی حنیفۃ وابن ابی لیلیٰ' الردعلی سیر الاوزاعی اور کتاب الخراج شامل ہیں''۔۵

آپ کی مطبوعہ کتب کا تعارف عنقریب (اگلی قسط میں) پیش کیا جائے گا۔

امام محمد بن حسن شیبانیؒ

امام محمد بن حسن شیبانیؒ دوسری صدی ہجری کی تیسری دہائی کے آغاز میں پیدا ہوئے۔آپ کی تاریخ ولادت کے سال کی حتمی تعیین کے بارے میں اختلاف ہے۔بعض اہل علم کے بقول آپ ۱۳۱ھ میں' بعض کے بقول ۱۳۲ھ میں' بعض کے بقول ۱۳۳ھ اور بعض کے بقول ۱۳۵ھ میں پیدا ہوئے اور سن ۱۸۹ ہجری کو فوت ہوئے۔۶

مذکورہ اختلاف کے پیش نظر معروف مستشرق بروکلمان (م ۱۳۷۶ھ)۷ نے یہ رائے اختیار کی ہے کہ امام محمد ۱۳۱ھ اور ۱۳۵ھ کے درمیان پیدا ہوئے ہیں۔۸

زرکلی امام محمدؒ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ''آپ فقہ اور اصول میں امام ہیں۔آپ ہی نے امام ابوحنیفہؒ کا علم پھیلایا ہے''۔۹

امام محمد شیبانیؒ دوسری صدی ہجری کی اہم ترین فقہی شخصیت ہیں۔آپ کو ایک طرف امام ابوحنیفہؒ اور قاضی ابویوسفؒ کے واسطہ سے عراقی فقہ حاصل کرنے اور فقہائے عراق کی فقہی روایت کا امین و جانشین بننے کا شرف نصیب ہوا' دوسری طرف چند سال امام مالکؒ کی خدمت میں رہ کر حجازی فقہ سیکھنے کا موقع ملا اور تیسری طرف امام اوزاعی سے استفادہ کر کے شامی فقہ تک رسائی کا ذریعہ ملا اور یہ بھی آپ کے لیے سعادت کی بات ہے کہ امام شافعیؒ جو امام احمدؒ کے استاد ہیں' جیسے عظیم الشان فقیہ کا استاد ہونے کا شرف بھی آپ کو حاصل ہے۔۱۰

امام محمدؒ کی تصنیفات

آپ چونکہ فقہی طور پر عراقی مکتب فکر سے وابستہ اور انہی کے منہج کی پیروی کرتے تھے‘اس لیے آپ نے فقہ حنفی کی نمائندگی کرتے ہوئے اس فقہ کو تحریری طور پر مرتب کرنے کی نمایاں کوششیں کیں۔فقہ حنفی کی اساس آپ ہی کی تحریر کردہ وہ مختلف کتابیں ہیں‘جن پر فقہائے حنفیہ نے ہر دور میں اعتماد کیا ہے۔

ان کتابوں کی حتمی تعداد کے بارے میں اختلاف کے باوجود یہ حقیقت ہے کہ آپ نے بکثرت کتابیں لکھی ہیں‘لیکن آپ کی جو کتابیں ہم تک پہنچ پائی ہیں‘وہ بہت تھوڑی ہیں۔اہل علم بالعموم آپ کی جن دستیاب تصانیف کا ذکر کرتے ہیں‘وہ یہ ہیں:

۱۔الاصل (اسے المبسوط بھی کہا جاتا ہے)

۲۔الجامع الکبیر ۳.الجامع الصغیر ۴.السیر الکبیر ۵.السیر الصغیر ۶.الزیادات۔[۱۱]

امام محمدؒ کی ان مذکورہ بالا کتابوں کو کتب اصول‘یا کتب ظاہر الروایۃ کہا جاتا ہے۔ظاہر الروایۃ اس لیے کہ یہ کتب امام محمدؒ سے ثقہ راویوں نے روایت کی ہیں اور ان کی اسناد یا تو متواتر کے درجہ میں ہیں یا مشہور کے درجہ میں۔[۱۲]

امام محمدؒ کی ایک تصنیف زیادۃ الزیادات بھی ہے۔اہل علم اسے الزیادات کا تتمہ شمار کرتے ہیں اور اس کے بارے میں یہ رائے دیتے ہیں کہ یہ بعض ان مسائل کا استدراک ہے جو الزیادات میں بیان ہونے سے رہ گئے تھے۔[۱۳]

مذکورہ بالا کتب کے علاوہ آپ کی کچھ اور تصنیفات بھی ہیں جنہیں کتب اصول‘یا کتب ظاہر الروایۃ میں شمار نہیں کیا جاتا‘اس لیے کہ ان کے راویوں اور اسناد کا وہ درجہ نہیں جو کتب ظاہر الروایۃ کا ہے۔ان میں سے بعض تو وہ ہیں جو ناپید ہو چکی ہیں مثلاً:النوادر‘الرقیات‘الجرجانیات‘الھارونیات۔اور بعض وہ ہیں جو موجود ہیں اور ان میں بھی زیادہ تر وہ کتب ہیں جو صحت نسبت کے لحاظ سے کتب ظاہر الروایۃ کے قریب قریب ہیں اور وہ یہ ہیں:

۱۔کتاب الآثار ۲.اختلاف ابی حنیفۃ وابن ابی لیلی [14]۔

۳.کتاب الامالی ۴.کتاب الحجۃ/الحجج علی اھل المدینۃ ۵.کتاب الرد علی اھل المدینۃ [15]۔

۲۔الاکتساب فی الرزق المستطاب

(یہ کتاب امام سرخسیؒ نے اپنی المبسوط میں روایت کی ہے کہ)۔[۱۶]

مذکورہ بالا کتب وہ ہیں جن کی امام محمدؒ کی طرف نسبت تصنیف میں کوئی اختلاف نہیں ہے' البتہ اس کے علاوہ امام محمدؒ کی طرف منسوب کچھ اور تصنیفات بھی ہیں مگر ان کے بارے میں یہ اختلاف موجود ہے کہ یہ امام محمدؒ کی مؤلفات ہیں یا نہیں۔ یہ درج ذیل کتب ہیں:

۱۔کتاب الحیل ۲۔کتاب العقیدہ ۳۔کتاب الرضاع[۱۷]۔

اگلی قسط میں آپ کی مطبوعہ کتب کا تعارف پیش کیا جائے گا۔

احادیث احکام اورعراق

احکامی وغیراحکامی احادیث

فقہاء کو بالعموم احکامی احادیث سے غرض ہوتی ہے۔اس لیے اس فصل میں پہلے اس بات کا جائزہ لیا جائے گا کہ احکامی احادیث کتنی ہیں اوراگلی قسط میں اس بات پر بحث کی جائے گی کہ دوسری صدی ہجری میں عراق میں کتنی احکامی احادیث موجود تھیں۔احکامی احادیث کی تعداد کا اندازہ اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک اس بات کا اندازہ نہ ہوجائے کہ کل احادیث کتنی ہیں۔[۱۸]اس لیے زیرنظر بحث کو درج ذیل نکات میں تقسیم کیا گیا ہے' یعنی:

۱۔رواۃ صحابہؓ

۲۔کل احادیث

۳۔احکامی احادیث

۱۔رواۃ صحابہؓ

اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ نبی کریمﷺ کی احادیث آپ کے صحابہؓ ہی کے ذریعے امت کو نقل ہوئی ہیں۔صحابہ کرامؓ نے نبی کریمﷺ سے جو کچھ سیکھا' جو کچھ سنا اور جو کچھ آپﷺ کو کرتے دیکھا' اسے اپنے اپنے حفظ' فہم اوراعتماد کی بنیاد پرآگے روایت کردیا۔صحابہ کرامؓ کی کل تعداد کے بارے میں کوئی مستند قول تو موجود نہیں' تاہم بعض اہل علم نے یہ تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار بتائی ہے'[۱۹]مگر ان میں سے حدیث کی روایت کرنے والے صحابہ مشہور محدث امام حاکم(م۴۰۵ھ) کے

بقول صرف چار ہزار ہیں جن میں صحابیات بھی شامل ہیں۲۰اوران میں سے بھی جنہوں نے ایک معقول تعداد میں روایت کی ہے وہ گنے چنے افراد ہیں جیسا کہ آئندہ تفصیل سے واضح ہوگا۔

رواۃ صحابہ اوران کی مرویات پرامام ابن حزم نے **اسماء الصحابة الرواة** میں نہایت عمدہ بحث کی ہے آئندہ سطور میں اس کا کچھ ضروری حصہ حواشی کے اضافہ کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے۔

ا۔صحابہ کرام میں زیادہ احادیث کی روایت کرنے والے یعنی مکثرین صحابہ اوران کی مرویات ۲۱درج ذیل ہیں:

ا۔حضرت ابوہریرہؓ(م۵۷/۵۹ھ)۔(مرویات۵۳۷۴)۔۲۲

۲۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ(م۷۳ھ)۔(مرویات۲۶۳۰)۔

۳۔حضرت انس بن مالکؓ۔(مرویات۲۲۸۶)۔

۴۔حضرت عائشہؓ(م۵۸ھ)۔(مرویات۲۲۱۰)۔

۵۔حضرت ابن عباسؓ(م۶۸ھ)۔(مرویات۱۶۶۰)۔

۶۔حضرت جابر بن عبداللہؓ(م۷۸ھ)۔(مرویات۱۵۴۰)۔

۷۔حضرت ابوسعید خدریؓ(م۷۴ھ)۔(مرویات۱۱۷۰)۔۲۳

گویا یہ سات صحابہ ہیں جنہوں نے زیادہ بڑی تعداد یعنی ایک ہزار سے زائد احادیث کی روایت کی ہے۔

۲۔اس کے بعد وہ صحابہ ہیں جن کی روایات دوسو سے زائد مگر ایک ہزار سے کم ہیں اور یہ صرف دس صحابہ ہیں یعنی:

ا۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ۔(مرویات۸۴۸)۔۲۔حضرت علی بن ابی طالبؓ۔(مرویات۵۳۶)۔

۳۔حضرت عبداللہ بن عمروؓ(م۶۵ھ)۔ ۴۔حضرت عمرؓ(م۲۳ھ)۔مرویات۵۳۷)۔

۵۔حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ۔(مرویات۳۶۰)۔ ۶۔حضرت براء بن عازبؓ۔(مرویات۳۰۵)۔

۷۔حضرت ابوامامہ باہلیؓ(م۸۱ھ)۔ ۸۔حضرت سعد بن ابی وقاصؓ۔(مرویات۲۷۱)۔

۹۔حضرت ابوذر غفاریؓ(م۳۲ھ)۔ ۱۰۔حضرت ام سلمہؓ(م۶۲ھ)۔

۳۔اس کے بعد وہ صحابہ ہیں جن کی روایات سو سے زائد ہیں اور یہ انیس(۱۹)صحابہ ہیں یعنی:

ا۔حضرت ابوبکرؓ(م۱۳ھ)۔ ۲۔حضرت عثمانؓ(م۳۵ھ)۔

۳۔حضرت عبادہ بن صامتؓ(م۳۴ھ)۔ ۴۔حضرت عمران بن حصینؓ(م۵۲ھ)۔

۵۔حضرت ابودرداءؓ(م۳۲ھ)۔ ۶۔حضرت ابوقتادہؓ۔
۷۔حضرت بریدہؓ(م۶۳ھ)۔ ۸۔حضرت ابی بن کعبؓ(م۲۱ھ)۔
۹۔حضرت معاویہؓ(م۶۰ھ)۔ ۱۰۔حضرت ابوایوب انصاریؓ(م۵۲ھ)۔
۱۱۔حضرت مغیرہؓ۔(مرویات۱۳۶)۔ ۱۲۔حضرت ابوبکرہؓ(م۵۲ھ)۔
۱۳۔حضرت نعمان بن بشیرؓ۔(مرویات۱۱۴)۔ ۱۴۔حضرت ابومسعودانصاریؓ۔(مرویات۱۰۲)۔
۱۵۔حضرت جریر بن عبداللہؓ۔ ۱۶۔حضرت سہل بن سعدؓ(م۹۱ھ)۔
۱۷۔حضرت معاذ بن جبلؓ۔ ۱۸۔حضرت اسامہ بن زیدؓ(م۵۴ھ)۔
۱۹۔حضرت ثوبانؓ(م۵۴ھ)۔

۴۔اس کے بعد وہ صحابہ ہیں جن کی روایات سو سے کم ہیں اور یہ چوراسی (۸۴) صحابہ ہیں۔
۵۔اس کے بعد وہ صحابہ ہیں جن کی روایات انیس (۱۹) ہیں اور یہ صرف دوصحابی ہیں۔
۶۔اس کے بعد چھ صحابہ ہیں جن کی روایات اٹھارہ (۱۸) ہیں۔
۷۔سترہ حدیثیں روایت کرنے والے صرف تین صحابی ہیں۔
۸۔سولہ حدیثیں روایت کرنے والے بھی صرف تین صحابی ہیں۔
۹۔پندرہ حدیثیں روایت کرنے والے صرف چار صحابی ہیں۔
۱۰۔چودہ حدیثیں روایت کرنے والے صرف گیارہ صحابی ہیں۔
۱۱۔تیرہ حدیثیں روایت کرنے والے صرف سات صحابی ہیں۔
۱۲۔سب سے زیادہ تعداد ان صحابہ کی ہے جنہوں نے ایک ہی حدیث روایت کی ہے۔
۱۳۔اس کے بعد ان کی تعداد زیادہ ہے جنہوں نے تین حدیثیں روایت کی ہیں۔[۲۴]

رواۃ صحابہؓ کی قلت کی وجوہات

صحابہ کرام کی اتنی بڑی تعداد میں سے صرف چار ہزار صحابہؓ کا روایت کرنا اوران میں سے بھی انگلیوں پر گنے جانے والوں کا ایک معقول تعداد میں حدیث کی روایت کرنا ایک عام آدمی کے لیے یہ سوال پیدا کرتا ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ آگے بڑھنے سے پہلے اس سوال کا جواب دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

راقم الحروف کی رائے میں ایسا درج ذیل وجوہات کے پیش نظر ہو سکتا ہے:

ا۔اس کی ایک وجہ تو حفظ' ضبط اور فہم کے حوالے سے صحابہؓ میں پایا جانے والا فطری تفاوت ہے اور روایت حدیث چونکہ ایک اہم ترین ذمہ داری تھی' اس لیے از راہ احتیاط اسے وہی شخص اپنے ذمہ لیتا جسے اپنے حفظ' ضبط اور بیان کی جانے والی حدیث پر پوری طرح شرح صدر ہوتا اور وہ اس اطمینان واعتماد کے بعد ہی حدیث کی روایت کرتا کہ وہ اس میں اپنی طرف سے کوئی اور بات نہیں ملا رہا۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ نبی کریمﷺ نے فرمایا ہے: ''جس نے کوئی ایسی بات جان بوجھ کر میری طرف منسوب کی جو میں نے نہیں کہی تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے''۔[۲۵]

اسی حد درجہ احتیاط ہی کا نتیجہ ہے کہ صحابہ کرام میں سے ہر شخص روایت حدیث کی ذمہ داری خود اپنے کندھوں پر اٹھانے کی بجائے دوسرے کو اپنے اوپر ترجیح دیتا جیسا کہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک سو بیس انصاری صحابہ کو دیکھا ہے کہ روایت حدیث کی ضرورت پڑنے پر ان میں سے ہر ایک کی یہی کوشش ہوتی تھی کہ اس کی بجائے کوئی اور ہی حدیث بیان کر دے۔[۲۶]

اسی طرح علاء بن سعد بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ ''صحابہ میں سے کسی صحابی سے کہا گیا ہے کہ آپ ہمیں فلاں فلاں صحابہ کی طرح بکثرت حدیثیں کیوں نہیں بیان کرتے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اس کی وجہ یہ نہیں کہ میں نے ان صحابہ کی طرح حدیثیں نہیں سنیں اور ان کی طرح نبی کریمﷺ کی خدمت میں حاضر نہیں رہا' بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ روایت حدیث کا سلسلہ جاری ہے اور مجھے یہی کافی ہے کہ میری جگہ دوسرے لوگ روایت حدیث کا کام کر رہے ہیں' جبکہ مجھے حدیث بیان کرنے میں کمی بیشی سرزد ہو جانے کا خوف بھی ہے''۔[۲۷]..................(جاری ہے)

حواشی

ا۔ذہبی' سیر اعلام النبلاء' بذیل ترجمہ: النعمان بن ثابت' ۶/۴۰۴۔

۲۔زرکلی' الاعلام' ۸/۱۹۳۔امام ابو یوسفؒ کے حوالے سے مزید تفصیلات کے لیے محمد زاہد الکوثری کی کتاب حسن التقاضی فی سیرۃ الامام ابی یوسف القاضی کا مطالعہ بھی مفید رہے گا۔امام ابو یوسفؒ پر ایک تنقیدی مطالعہ کے لیے دیکھیے: زبیر علی زئی'' قاضی ابو یوسفؒ......جرح وتعدیل کی میزان میں......'' ماہنامہ ''الحدیث'' (اٹک)' عدد ۱۹' دسمبر ۲۰۰۵ء۔

۳۔زرکلی،الاعلام،۸/۱۹۳۔

۴۔ابن ندیم،الفہرست،ص ۲۵۷۔

۵۔ابوزھرہ،ابوحنیفہؒ:حیاتہ وعصرہ،ص ۱۹۷۔

۶۔احمد بن محمد ابن خلکان(م ۶۸۱ھ)،وفیات الاعیان،مصر:مکتبۃ النھضیۃ المصریۃ،س ندارد،ج ۳،ص ۳۲۴؛ابن عبدالبر،الانتقاء،ص ۱۷۴،محمد بن جریر بن یزید طبری(م ۳۱۰ھ)،تاریخ الطبری (تاریخ الامم والملوک)،بیروت:دارالمعارف،س ن،ج ۳،ص ۱۲۵۲؛ابن سعد،۷/۸۔

۷۔کارل بروکلمان(carl brockelmann)،(م ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۶ء)،مشہور جرمن مستشرق تھے جنہوں نے بہت سے علمی کام انجام دیئے۔ان کی دلچسپی کا اصل موضوع تاریخ ادب عربی تھا۔چنانچہ دیگر تصنیفی کاموں کے علاوہ اس موضوع پر انہوں نے ایک نہایت ضخیم کتاب لکھی ہے۔دیکھیے:زرکلی،الاعلام،۵/۲۱۱،۲۱۲۔

۸۔کارل بروکلمان،تاریخ الادب العربی،عربی ترجمہ از:عبدالحلیم نجار وغیرہ،بیروت:دارالمعارف،س ن،ج ۳،ص ۲۴۶۔

۹۔زرکلی،الاعلام،۶/۸۰۔

۱۰۔ابوزہرہ،ابوحنیفہؒ،ص ۲۰۶،نیز دیکھیے:محمد دسوقی،الامام محمدؒ،باب دوم،فصل دوم:"امام محمدؒ اساتذہ اور تلامذہ کے درمیان"،اسلام آباد:ادارہ تحقیقات اسلامی،طبع اول ۲۰۰۵ء،ص ۱۲۷تا۱۶۱۔

۱۱۔مصطفیٰ بن عبداللہ،حاجی خلیفہ(م ۱۰۶۷ھ)،کشف الظنون،بیروت:مکتبۃ المثنیٰ،س ن،ج ۱،ص ۱۱۸؛ابن عابدین،رسالۃ رسم المفتی،ص ۱۶۔بحوالہ:ابوزھرۃ،ابوحنیفہؒ،ص ۲۰۸۔

۱۲۔ایضا۔

۱۳۔دیکھیے:دسوقی،ص ۲۰۹۔مگر ان کی نسبت استناد کا وہ درجہ نہیں جو"کتب ظاہر الروایۃ" کا ہے،اس لیے بعض اہل علم اسے ظاہر الروایۃ میں شمار نہیں کرتے۔دیکھیے:ابوزھرۃ،ابوحنیفہؒ،ص ۲۰۸۔

۱۴۔یہ ابو یوسفؒ کی کتاب ہے جیسا کہ اگلی فصل سے معلوم ہوگا مگر اسے امام محمد کی طرف اس لیے منسوب کر دیا جاتا ہے کہ اسے آپ ہی نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کیا ہے۔

۱۵۔اس کتاب کے اقتباسات امام شافعیؒ نے اپنی کتاب"الام" میں نقل کیے ہیں اور ان پر نقد کرتے ہوئے اہل مدینہ کا دفاع کیا ہے مگر علیحدہ سے یہ کتاب موجود نہیں۔بعض اہل علم اسے مستقل کتاب

شمار کرتے ہیں مگر بعض اہل علم اسے کتاب الحجة/الحجج علی اہل المدینة ہی کا حصہ شمار کرتے ہیں جو ہندوستانی شائع شدہ نسخہ میں شامل نہیں ہوسکا ہے۔

۱۶۔ دسوقی، الامام محمد، ص ۲۲۰، ۲۲۱: محمد بن احمد بن ابی سہل سرخسی (م ۴۹۰ھ)، المبسوط، بیروت: دار الفکر، ط اول ۲۰۰۰ء، ج ۳۰۔

۱۷۔ دسوقی، الامام محمد، ص ۲۲۸۔ موصوف نے اپنی تحقیق کے بعد ان میں سے اول الذکر کتاب کے بارے میں یہ رائے دی ہے کہ اس کی نسبت امام محمدؒ کی طرف درست ہے۔ ثانی الذکر کے بارے میں کہا ہے کہ اس کی نسبت امام محمدؒ کی طرف صریحاً غلط ہے۔

۱۸۔ یہاں اس سے مراد وہ صحیح اور مرفوع احادیث ہیں جن کی صحت وثبوت پر علماء نے کسی نہ کسی درجہ میں اعتماد کیا ہے جب کہ موضوع روایات اس میں شامل نہیں ہیں۔

۱۹۔ جیسا کہ شاہ ولی اللہؒ حجۃ اللہ البالغۃ میں لکھتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ کے ساتھ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ موجود تھے (ج ۲، ص ۱۲۰)۔

۲۰۔ دیکھیے: محمد بن عبداللہ، حاکم (م ۴۰۵ھ)، المدخل الی کتاب الاکلیل، اسکندریہ: دار الدعوة، س ن، ص ۳۴۔ (وقد روی عنه من اصحابه اربعة الاف رجل و امراة)۔

۲۱۔ مرویات کا اضافہ راقم کی طرف سے ہے، جسے حدیث کی دیگر کتب مثلاً مسند احمد وغیرہ کی مدد سے پورا کیا جاسکتا ہے۔

۲۲۔ واضح رہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی ان مرویات میں ضعیف اور مکررات بھی شامل ہیں۔ امام احمد نے اپنی مسند میں آپ کی کل روایات ۳۸۴۸ نقل کی ہیں اور ان میں بھی لفظاً ومعناً مکررات موجود ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ محدث بقی بن مخلد نے آپ کی ۵۳۷۴ روایات اپنی مسند میں نقل کی تھیں۔ آپ کی ۲۲۱۸ روایات کتب ستہ اور موطا (یعنی ساتوں کتابوں میں متفق علیہ کی حیثیت سے) موجود ہیں۔ صحیحین میں آپ کی ۶۰۹ روایات نقل کی گئی ہیں، جن میں سے ۳۲۶ متفق علیہ ہیں، جب کہ ۹۳ صرف بخاری میں اور ۱۹۰ صرف مسلم میں ہیں۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: ناصر عبداللہ عبدالعزیز، البرهان فی تبرئة ابی هريرة من البهتان، بیروت: ناشر ندارد ۲۰۱۳ء: عبدالمنعم صالح العلی العزی، دفاع عن ابی هریرة، بیروت: دار القلم، طبع ۱۹۸۱ء)۔ علاوہ ازیں حضرت ابو ہریرہؓ کی

اکثر روایات دوسرے صحابہ سے بھی مروی ہیں۔ایک معاصر محقق محمد یمانی نے اس موضوع پر تحقیق کرتے ہوئے یہ رائے دی ہے کہ حدیث کی مشہور کتب تسعہ (یعنی کتب ستہ کے ساتھ مؤطا، مسند احمد، اور دارمی) میں حضرت ابو ہریرہؓ کی صرف آٹھ احادیث ایسی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ کے علاوہ کسی اور صحابی سے مروی نہیں (اور ان آٹھ کی انہوں نے نشاندہی بھی کی ہے)، جب کہ ان کی باقی ساری روایات دیگر صحابہ سے بھی روایت ہوئی ہیں۔دیکھیے: ملتقی اھل الحدیث، www.ahlahlhdeeth.com آخری بار دیکھا گیا ۰۴۔۱۱۔۲۰۱۳)

۲۳۔علی بن احمد بن سعید بن حزم (م ۴۵۶ھ)، اسماء الصحابہ الرواۃ، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، طبع ۱۹۹۲، ص ۳۷ تا ۴۲۔

۲۴۔مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: ابن حزم، اسماء الصحابۃ الرواۃ: عبد الرحمٰن بن علی، ابن الجوزی (م ۵۹۷ھ) تلقیح فھوم الاثر فی عیون التاریخ والسیر، بیروت: دار ارقم، طبع ۱۹۹۷۔

۲۵۔بخاری، الجامع، کتاب العلم، باب اثم من کذب علی النبی ﷺ۔حضرت انسؓ نے اسی حدیث کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ حدیث مجھے اس بات سے روکتی ہے کہ میں تمہیں بکثرت حدیثیں بیان کروں (ایضا)۔اور حضرت زبیرؓ کے بیٹے عبد اللہ نے جب والد سے کہا کہ آپ کیوں نہیں ہمیں اس طرح بکثرت حدیثیں بیان کرتے جس طرح فلاں فلاں صحابہ بیان کرتے ہیں تو انہوں نے بھی مذکورہ بالا حدیث بیان کرتے ہوئے اپنا عذر پیش کر دیا (ایضا)۔

۲۶۔ابن سعد، الطبقات، ج ۶، ص ۱۱۰۔

۲۷۔عبد اللہ بن مبارک (م ۱۸۱ھ)، الزھد والرقائق، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، س ن، ص ۲۰۔

اسلامی معیشت کی طرف ایک اور قدم

شرکتِ وجوہ کا تحقیقی جائزہ

Research on Partnership by Goodwill

مؤلف: ڈاکٹر رفیق یونس مصری